

صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکارِ حدیث

دفاعِ حدیث

حدیثِ افک پر اعتراضات اور ان کے جوابات ۴

اعتراض نمبر ۱۵ : ”اس افسانہ کے فرضی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنتِ حارثؓ سے حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہو کر ہی عقد فرمایا ہے۔۔۔ محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ اولاً جویریہ خطیبِ اسلام حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئی تھیں، یعنی مالِ غنیمت تقسیم کرتے وقت آپ نے جویریہ ثابت کو بخش دی تھیں، حضرت جویریہ نے ثابت سے کتابت کا معاملہ کر لیا، یعنی یہ کہ میں آپ کو اس قدر رقم دے دوں گی، آپ مجھے آزاد کر دیں، ثابت نے فوراً منظور کر لیا۔۔۔ جویریہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہوں اور مشرف بہ اسلام ہوں، ثابت بن قیس نے جس کے حصہ میں میں آئی ہوں، مجھے مکاتیب کر دیا ہے، مجھے ثابت کو وہ رقم ادا کرنی ہے، آپ نے فرمایا، اگر تمہیں منظور ہو تو وہ پوری رقم میں ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، حضرت جویریہ نے عرض کیا، مجھے بالکل منظور ہے، آپ نے ثابت کو رقم ادا کر دی اور ان سے نکاح کر لیا۔۔۔

پس اگر غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر حضرت صدیقہ پر بہتان لگنے کا واقعہ ہوا ہوتا تو یہ زمانہ تو حضور اکرم ﷺ کے لیے شدید رنج و غم کا تھا، جو زہری کی روایت کے مطابق ایک ماہ تک چلا ہے، تو کیا ایسے رنج و غم کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ نکاح فرماتے؟ شادی و ناشادی تو ایک دوسرے کی نفیض ہیں، ان کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔“ (صحیح بخاری کا مطالعہ: ۱۷۰-۱۷۱)

جواب : ① قارئین کرام! شادی و ناشادی یقیناً ایک دوسرے کی نفیض ہیں اور ان کا

اجتماع نہیں ہو سکتا، لیکن اس حدیث میں تو اس اجتماع کا اشارہ تک موجود نہیں، کیا کوئی منکرِ حدیث کسی حدیث سے ہمیں یہ دکھا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عین اسی زمانے میں سیدہ جویریہؓ سے شادی فرمائی تھی جب آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ پر لگائے جانے والے بہتان کے رنج و غم میں مبتلا تھے؟

واقعہ یہ ہے سیدہ جویریہؓ سے شادی یا تو سفر میں ہو گئی تھی یا سفر سے واپسی کے فوراً بعد ہوئی ہے، جب ابھی تک منافقین اپنے پروپیگنڈے کو ہوا دینے کی کوشش میں تھے اور رسول کریم ﷺ اس سے واقف نہ ہوئے تھے، میرٹھی صاحب کا کوئی جانشین ہمت کر کے کسی ایک روایت میں دونوں واقعات کا اجتماع ثابت کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ میرٹھی صاحب کے اس اعتراض کی بنیاد محض اس مفروضے پر ہے کہ یہ دونوں کام غزوہ بنی مصلطق کے بعد ہوئے ہیں، لہذا ان کا ”اجتماع“ ہو گیا ہے، حالانکہ اس مفروضے کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، کیا صرف ایسے کمزور شبہ کی بنا پر بے ابردن کے سورج کی طرح روشن واقعہ کا انکار کر دیا جائے جسے تمام صحابہ و تابعین، ائمہ دین، محدثین، مفسرین، فقہاء اور اصولیین اپنے عقیدہ و عمل کی بنیاد بناتے چلے آئے ہیں اور جس کا چودہ سو سال میں آج تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا؟

کیا میرٹھی صاحب کے خیال میں چودہ سو سال میں ان کے علاوہ کوئی ایک انسان بھی اتنا زیرک پیدا نہیں ہوا تھا کہ جس کے ذہن میں ”اس افسانے کے فرضی ہونے کی ایک دلیل یہ“ ہی آ جاتی؟

(۲) سنن ابی داؤد (۳۹۳) کی جس روایت سے استدلال کر کے صحیح بخاری کی متفق علیہ حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے، میرٹھی صاحب کے قاعدے کے مطابق وہ ناقابل التفات ہے، اس میں وہی محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی رحمہ اللہ موجود ہیں، جن کے بارے میں میرٹھی صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھ چکے ہیں:

”اس کی روایت مؤرخ محمد بن اسحاق نے کی ہے جو ثقہ نہ تھا، ضعیف و غلط بیان اور بات کا ہتکنگر بنادینے والا آدمی تھا۔“ (مطالعہ: ۲۵/۸)

اب میرٹھی صاحب کا کوئی معتقد ہی بتائے کہ ان کی ”یٹھا یٹھا ہپ اور کوڑا کوڑا تھو“ والی اس پالیسی کو کیا نام دیا جائے؟ کیا اب بزعم خود ان کے مطلب کی بات آئی ہے تو وہی ”ضعیف و غلط بیان اور بات کا ہتکنگر بنادینے والے“ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ عین ثقہ ہو گئے ہیں کہ ان کی روایت کو بنیاد بنا پر ساری امت مسلمہ کی مسلم حدیث کا انکار کر دیا ہے؟

تِلْكَ إِذَا قِسْمَةٌ ضِيزَى . ”تب تو یہ بھندربانٹ ہے۔“

اعتراض نمبر ۱۸: ”اس گھڑی ہوئی بے بنیاد کہانی کو اس لیے بھی رد کرنا ضروری

ہے کہ یہ عصمتِ انبیاء کے منافی ہے، توضیح اس کی یہ ہے کہ عصمتِ نبوت کا وصف لازم ہے، اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا، وہ معصوم تھا، یعنی ان تمام جسمانی و اخلاقی عیوب سے قطعاً محفوظ جو لوگوں کی نگاہ میں ذلت و حقارت کا باعث ہوں۔۔۔۔۔۔

کوئی جسمانی و اخلاقی عیب کسی نبی میں نہ ظہورِ نبوت سے قبل پایا گیا نہ ظہورِ نبوت کے بعد تا وفات حادث ہوا اور ان عیوب میں سے ناپارسائی، یعنی زنا کی وجہ سے پیدا شدہ ذلت و حقارت متعدی ہوتی ہے اور دیگر عیوب سے پیدا شدہ ذلت و حقارت اسی شخص کی ذات تک محدود رہتی ہے، جس میں وہ عیب ہو، مثلاً کوئی

مرد چور ہو اور اس کے اعزاء و اقربا، بھائی، بہن، اولاد، ماں، باپ، دادا، دادی چور نہ ہوں تو اسی چور مرد سے نفرت کی جاتی ہے اور اسے ہی گری ہوئی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اس کے اعزاء و اقربا سے محض اس کے جرم کی وجہ سے نفرت نہیں کی جاتی، الا یہ کسی طرح اس چور کی اعانت و حمایت کرتے ہوں۔۔۔۔

لیکن زنا ایسا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے پیدا شدہ نفرت و تحارت زانی و زانیہ کے اصول و فروع اور اہل و عیال کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، زانیہ عورت کے جرم کی وجہ سے اس کے ماں، باپ، دادا، دادی کی، اس کے شوہر کی، اس کی اولاد کی بھی بے عزتی ہوتی ہے۔۔۔۔

پس جس طرح کوئی بھی نبی کبھی جرم زنا کا مرتکب نہیں ہوا، اسی طرح کسی نبی کے والدین اور بھائیوں، بہنوں اور اہل و عیال سے بھی کوئی اس کا مرتکب نہیں ہوا۔

نبی کی بیوی کا فرہ ہو سکتی تھی، مگر زانیہ نہیں، نبی کے بیٹے یا بیٹی سے کفر کا صدور ہو سکتا تھا، مگر زنا کا نہیں، نبی کے ماں باپ مبتلائے کفر ہو سکتے تھے، مگر ان کا مبتلائے زنا ہونا ممکن نہ تھا، پس حضور ﷺ کی طرح آپ کی تمام ازواجِ مطہرات اور جملہ بناتِ طہیات کے لیے بھی عصمت تکوینی طور پر مقدر و لازم کر دی گئی تھی، جیسے تکوینی طور پر ہر زندہ انسان کے لیے سانس لینا لازم و مقدر کر دیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کو اس امر میں اپنے نبی کی عصمت اس قدر عزیز رہی ہے کہ کسی بے ہودہ شخص یا اشخاص نے اگر کسی نبی کی ذات یا نبی سے قرابتِ قریبہ رکھنے والی کسی ہستی کی عفت پر الزام لگایا تو علی الفور اس قدر واضح طریق سے اس کی تردید فرمادی جیسے بے ابردن میں نصف النہار کا سورج واضح ہوتا ہے۔

عزیز مصر کی بیوی نے اپنے شوہر کے سامنے اپنے بچاؤ کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام پر ارادہ بد کا الزام لگایا تو علی الفور عزیز کے سامنے اس کی پول کھول دی گئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کنواری مریم صدیقہ کی گود میں دیکھ کر لوگ پھر گئے اور ان پر الزام رکھنے لگے تو علی الفور حق تعالیٰ نے شیر خوار مسیح بن مریم کی زبان پر وہ بنجیدہ و باوقار تقریر جاری فرمادی جسے سن کر سب لوگ مبہوت رہ گئے اور پہلے سے بھی کہیں زیادہ حضرت مریم کے معتقد بن گئے، بلکہ انبیائے کرام کے علاوہ نیک و صالح بندوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی یہ نوازش رہتی ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں ایک عابد و زاہد جرتج نامی شخص کا قصہ مذکور ہے جو خود حضور ﷺ کا بیان فرمودہ ہے کہ شیر خوار بچہ نے جو اپنی حرام کارماں کی گود میں تھا، برملا جرتج کی بے گناہی ظاہر کر دی اور عامۃ الناس یہ کرامت دیکھ کر جرتج کے بے حد معتقد ہو گئے، پس اگر ام المؤمنین پر الزام لگایا گیا ہوتا تو سنت اللہ

تعالیٰ سنتِ انبیاء کے مطابق علی الفور کوئی ایسی ہی قطعی اور غیبی نشانی رونما فرمادیتا جس سے اس بہتان کے پرچے اڑ جاتے، ایک ماہ تک مسلسل اپنے حبیب خاتم الانبیاء ﷺ کو اس جانکاہ غم میں مبتلا نہ رکھتا، اس لیے میں اس کہانی کو ازاول تا آخر غلط سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔“ (»مطالعہ«: ۱۷۷-۱۷۴)

(جواب): ① اگر عقل ہی معیار ہے تو میرٹھی صاحب اور ان کے ہمنوا اس رافضی اور قرآن کریم میں (نعوذ باللہ) تحریف کے دعویٰ دار آدمی کو کیا جواب دیں گے جو قرآن کریم پر یہی اعتراض کر دے اور کہہ دے کہ: (نقل کفر کفر نہ باشد)

”میں قرآن میں مذکور یوسف علیہ السلام کا واقعہ غلط اور کسی کا اپنی طرف سے گھڑا ہوا سمجھتا ہوں، کیونکہ یہ عصمتِ انبیاء اور سنتِ الہی کے خلاف معلوم ہوتا ہے، وہ یوں کہ کسی نبی پر یا کسی ولی پر کبھی ناپارسائی کا کوئی الزام لگا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فوراً علی الاعلان سب کے برملا اس کی براءت کی ہے، جبکہ سورہ یوسف میں یہ بتایا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی براءت کا برملا اعلان عزیز مصر کی بیوی نے اس وقت کیا، جب آپ چند سال تک قید کاٹ چکے تھے، پھر اس نے کہا تھا:

الصَّادِقِينَ ۝ (یوسف: ۵۱)

”اب حق آشکارا ہوا ہے، میں نے ہی اسے اس کے نفس کے بارے میں بہلایا تھا اور بلاشبہ وہ سچے لوگوں میں سے ہیں۔“

پھر یوسف علیہ السلام کا یہ مقولہ ذکر کیا گیا ہے:

ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝ (یوسف: ۵۲)

”یہ (میری طرف سے کیا گیا تحقیق کا مطالبہ) اس لیے تھا کہ وہ (عزیز مصر) یقین کر لے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو چلنے نہیں دیتا۔“

سنتِ الہی کے مطابق تو یوں ہونا چاہیے تھا کہ اسی وقت سب لوگوں کو سرِ عام یوسف علیہ السلام کی براءت سے آگاہ کیا جاتا، جیسا کہ مریم علیہا السلام کی گود میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے برملا سب لوگوں کے سامنے ان کی براءت کا اظہار کیا تھا اور سب لوگ اسی وقت ان کی پارسائی پر ایمان لے آئے تھے، لیکن یہاں مذکور ہے کہ کئی سال بعد سب لوگوں کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہوئی تھی، بلکہ خود یوسف علیہ السلام نے اس امر کی ضرورت محسوس کی اور بادشاہ کو یہ پیغام بھجوایا کہ پہلے اس کیس کی تحقیقات کروائیں تاکہ بادشاہ اور تمام لوگوں کو آپ علیہ السلام کی براءت کا

یقین ہو جائے اور کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہے۔۔۔“

② جرتج راہب کے قصہ میں بھی ”علی الفور“ والی کوئی بات نہیں ہے، جس کا میرٹھی صاحب نے دعویٰ کیا ہے، بلکہ لوگوں نے عورت کے الزام پر یقین کر کے اس کے عبادت خانے کو مسمار کر دیا تھا اور اسے گالیاں بھی دی تھیں، صحیح بخاری ہی کے الفاظ ہیں:

فأتوه ، فكسروا صومعته ، وأنزلوه ، وسبوه ... ”لوگ اس کی طرف آئے ، اس کے

عبادت خانے کو ڈھا دیا، اس کو باہر نکالا اور اسے گالی گلوچ کیا۔۔۔“ (صحیح بخاری: ۳۴۳۶)

اس واقعہ کو تو خود میرٹھی صاحب نے اپنے موقف کی تائید کے لیے پیش کیا ہے، اگر کوئی آدمی کہہ دے کہ ”اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نیک بندوں کو اس طرح کے الزام کی وجہ سے کوئی گزند پہنچنے سے پہلے ہی بری کر دیتا ہے، لیکن جرتج کے واقعہ کو میں غلط سمجھتا ہوں، کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ لوگوں نے اس کا عبادت خانہ مسمار کر دیا تھا، اسے باہر نکال دیا تھا اور اسے گالی گلوچ بھی کی تھی، حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ علی الفور اس کی براءت کا اظہار فرماتا۔“ تو میرٹھی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

جو وہ جواب اپنے ہاں اس تسلیم شدہ واقعہ کا دیں گے، وہی حدیث اٹک کا ہم دے دیں گے۔

③ اگر کوئی منکر قرآن کہہ دے کہ ”میں قرآن میں مذکور مریم علیہا السلام کا واقعہ تسلیم نہیں کرتا،

کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ لوگوں نے سیدہ مریم علیہا السلام پر بہتان رکھ دیا تھا کہ تیرے ماں باپ تو ایسے بدکار نہ تھے، تُو نے کیا کیا ہے؟؟؟ حالانکہ عقل کا تقاضا یہ ہے اللہ کے نیک بندوں کے بارے میں ایسی بات ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کوئی نشانی ظاہر کر کے لوگوں کو مطمئن کر دے، اس لیے کہ ایسی بات کا ایک دفعہ کہہ دیا جانا بھی انبیاء و صلحاء کی عصمت و عظمت کے منافی ہے۔“

تو منکرین صحیح بخاری کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟؟؟ وہی ہمارا جواب سمجھ لیں!!!

④ قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مذکور ہے اور ہر مسلمان اس کا اقرار ہی ہے کہ اللہ

تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آزمائش کرتا ہے، نیز ہر ذی شعور آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جتنا کوئی انسان اللہ کے زیادہ قریب ہوگا، اتنی ہی اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے، تمام انبیاء و صلحاء مل کر نبی آخر الزمان ﷺ کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے، آپ کا چونکہ مقام و مرتبہ سب سے اونچا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی آزمائش بھی سخت کی گئی، لہذا دیگر انبیاء و صلحاء کے اس طرح کے واقعات کے نسبت اللہ تعالیٰ نے سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کچھ دیر سے کیا، نیز اس میں بہت سی بلیغ حکمتیں پوشیدہ تھیں، جن کے تذکرے کا یہ مقام نہیں ہے۔

تنبیہ: الحمد للہ! میرٹھی صاحب کے صحیح بخاری کی حدیثِ افاک پر کیے گئے تمام اعتراضات کا ہم نے مفصل جواب دے دیا ہے، ان اعتراضات کے آخر میں خلطِ بحث سے کام لیتے ہوئے دس سے زائد صفحات خوانخواہ سیاہ کیے ہیں، کہتے ہیں: ”رہا یہ سوال کہ اس فرضی کہانی کا مصنف کون ہے اور وجہ تصنیف کیا تھی؟ تو اس کا جواب دینے سے قبل میں ان تینوں روایتوں کی اسناد پر بحث کروں گا۔۔۔“ اسناد پر اعتراضات کا تو ہم نے تفصیلی جواب شروع میں ہی اصولی اعتراضات اور ان کے جوابات کے ضمن میں دے دیا ہے، باقی میرٹھی صاحب نے خود یہ اعتراف بھی کر لیا ہے کہ ان کے نزدیک جو اس کہانی کا مصنف ہے، اس کا نام وہ نہیں جانتے، نہ معلوم پھر وہ انکل پچو سے کام کیوں لے رہے ہیں۔ رہی وجہ تصنیف تو اس میں انہوں نے نہایت بے بنیاد باتیں کی ہیں، جن کا ان کے موضوع، یعنی صحیح بخاری سے کوئی تعلق نہیں۔

لہذا ہم ان کی اس فضول کاوش کی طرف التفات نہیں کر رہے، حالانکہ وہاں بھی جا بجا ان پر گرفت کی جاسکتی ہے، لیکن یہ سب کچھ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



قارئین کرام! یہ جان کر آپ کو یقیناً دلی خوشی ہوگی کہ **السنة** نے اپنی عمر کا ایک سال مکمل کر لیا ہے، یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے فضل اور آپ کی دعاؤں سے ممکن ہوا ہے، اس میں جو خوبیاں تھیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں اور جو خامیاں تھیں، وہ ہماری بشری لغزشوں کا نتیجہ تھیں، ہم نے علمی بے بضاعتی کے باوجود علم و تحقیق کا دامن نہیں چھوڑا، آئندہ بھی اسی معیار کو برقرار رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز! جہاں آپ خود اس کے قاری ہیں، وہاں آپ کا یہ بھی اخلاقی فرض ہے کہ اس کے قارئین کی تعداد کو بڑھا کر اس کا رِخیر میں عملاً حصہ ڈالیں، لہذا اپنے عزیز و اقارب اور احباب و اصحاب کو اس کی ترغیب دیں۔